مطبوعات

دستورِ پاکستان از جناب مولانا غلام محمد صاحب ترنم۔ ناشر محمد سکندر ذوالقرنین، مکتبۂ علامہ ترنم، اسلامیات پارک، بیڈن روڈ۔ لاہور۔ قیمت نامعلوم۔

اچھے کاغذ پر خوبصورت ٹائپ میں چھپا ہوا یہ پمفلٹ بھی اسلامی دستور کے اصولیات سامنے لاتا ہے۔ کوتاہی بس اتنی ہے کہ سوچنے کا انداز اور تحریر کا مزاج مولویانہ ہے۔

الجامعہ ـــــ دستور نمبر بہ ادارت جناب صادق جامعی۔ مقام اشاعت جامعہ محمدی شریف، ضلع جھنگ چندہ سالانہ پانچ روپے۔ قیمت دستور نمبر ۱۲؍

دسمبر و جنوری ۵۶ء کے اس مشترک شمارے میں دستور کے بارے میں اسلامی اصولیات کو نمایاں کرنے والے چند مقالات، مفکر، غلام احمد حریری، ڈاکٹر حمید اللہ، مولانا احمد علی صاحب، قاضی عبد الغنی اور محمد کرم شاہ الازہری کے قلم سے جمع کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک مضمون انگریزی میں، ایک عربی میں اور بقیہ اردو زبان میں ہیں۔ موضوع سے متعلق قائداعظم کے نام علامہ اقبال کا ایک تاریخی خط بھی شائع کیا گیا ہے۔

حکومتِ ربانی از جناب ذاکر حسین صاحب فاروقی بی اے، مدیر روزنامہ انقلاب بمبئی۔ شائع کردہ: ادارۂ معارفِ اسلام (رجسٹرڈ) لاہور۔ قیمت ۸؍

یہ شیعی نقطۂ نظر سے لکھا ہوا مضمون ہے۔ اس میں ادعا یہ کیا گیا ہے کہ خالص الٰہی نظامِ حکومت وہی ہو سکتا ہے جس میں نظریۂ امامت کے مطابق حکمران خدا تعالیٰ کا نامزد کردہ ہو۔ بخلاف اس کے ملتِ اسلامیہ (اہلِ سنت) میں سقیفہ بنو ساعدہ سے جو نظامِ حکومت خلافت و جمہوریت کے عنوان سے چلا وہ اپنی فطرت کے لحاظ سے انسانی حاکمیت پر مبنی تھا اور اسی وجہ سے چند ہی برس میں اس نے بادشاہت کی شکل اختیار کر لی۔ افسوس ہے کہ اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا گیا کہ آج جبکہ خدا کا نامزد کردہ امام مہدی غائب ہے تو اس دوران میں نظریۂ امامت کے تحت کیا مسلمانوں کو بغیر کسی حکمران کے رہنا چاہیے اور اگر حکمران

ہونا چاہئے تو اس کا تعیّن کس ذریعے سے ہونا چاہیے۔ مضمون زیادہ تر دوسروں کی تردید کے لیے وقف ہے تعمیری اور مثبت پہلو سے جو نظریہ دیا گیا ہے وہ مجمل اور مبہم ہے اور اس پر کسی نظام حیات کی استواری کا تصور نہیں کیا جا سکتا، اس کے بل پر تو بس مناظرے لڑے جا سکتے ہیں۔

INTERESTLESS BANKING تالیف: پروفیسر محمد عُزیر، ایم اے۔ شائع کردہ: ریحان پبلیکیشنز، کراچی و ڈھاکہ

"اسلامی نظام" کا تصور جب سے فروغ پا رہا ہے تمدنی زندگی کے تمام بڑے بڑے مسائل زیرِ بحث آ رہے ہیں۔ ایک قابلِ بحث مسئلہ سود اور نظامِ بنک کاری کا ہے۔ یہ امر قطعی ہے کہ سود ہمارے ہاں حرام ہے اور مسلم سوسائٹی میں اسے جاری نہیں رہنا چاہیے۔ لیکن ہماری اقتصادی سرگرمیوں کا دارومدار آج جس نظام بنک کاری پر ہے اس کی ریڑھ کی ہڈی اصولِ ربو ہے۔ سود کو حرام کیجیے تو بنک کاری کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور بنک کاری کو جاری رکھیے تو سود کو حلال ٹھہرانا پڑتا ہے۔ مگر دو برائیوں میں سے ایک کو قبول کرنے کے بجائے تیسرا راستہ بھی نکالا جا سکتا ہے۔ یعنی سرے سے نظامِ بنک کاری کو بدل دیا جائے اور اسے اسلامی اصول و حدود کا پابند بنا دیا جائے۔ پیشِ نظر انگریزی پمفلٹ کا موضوعِ بحث یہی ہے۔ سود کے بجائے اسلام کے اصولِ مضاربت (حصہ داری نفع و نقصان) کو سامنے رکھ کر فاضل پروفیسر نے بڑی خوبی سے ایک نئے نظامِ بنک کاری کا تصور دلایا ہے۔ سلسلۂ بحث میں اس موضوع سے متعلق تین ناگزیر مسائل لیے گئے ہیں: ایک یہ کہ "عفو" (SAVINGS) اور سرمایہ کاری (INVESTMENT) کے درمیان عملاً شرح سود (RATE OF INTEREST) واحد ذریعہ انضباط ہے، اب اگر سود کو اڑا دیا جائے تو اس کی جگہ دوسرا ذریعۂ انضباط کیا ہو گا؟ دوسرے یہ کہ بنک اپنے سرمایہ کا وافر حصہ قلیل المیعاد (SHORT TERM) عاریت میں دیتا ہے اور اس صورت میں حصہ داری نفع و نقصان کا اصول نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا، پھر ایک اسلامی بنک اس دائرے میں کیا تدبیر اختیار کر سکے گا؟ تیسرے یہ کہ غیر ممالک سے تجارتی معاملات کس طرح چلیں گے جبکہ ان سب کا نظامِ بنک کاری و مبادلہ سرمایہ دارانہ اصول ربوٰ پر چل رہا ہے؟ اگرچہ ایک محدود سے مقالے میں ایسی پیچیدہ بحثوں کو فیصلہ کن حد تک نہیں پہنچایا جا سکتا، لیکن پھر بھی مؤلف کا اجتہادی طرزِ فکر قارئین پر سوچنے کی نئی راہیں کھول دیتا ہے۔ ہم مؤلف کے قلم سے اس موضوع پر ایک جامع تحقیقی کتاب کے منتظر رہیں گے۔